بسم الله الرحمن الرحيم

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے' نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

سلف صالحین کے سبق آموز واقعات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○

دو عظیم نعمتیں: امت محمدیہ ﷺ کو اللہ رب العزت نے دو نعمتیں عطا کیں' ایک کلام اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ ﷺ' ایک علم کامل دوسری عمل کامل۔ آپ ﷺ خلق عظیم کے حامل تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا' كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق قرآن ہیں۔ گویا جو قرآن کو مجسم شکل میں دیکھنا چاہے تو وہ میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لے۔ شیخ الاسلام حضرت قاری محمد طیبؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی عملی تفسیر حیات نبوی ﷺ' ذات و صفات کی آیتیں عقائد نبوی ﷺ' احکام کی آیتیں اعمال نبوی ﷺ' مہر و رحمت کی آیتیں جمال نبوی ﷺ' قہر و غضب کی آیتیں جلال نبوی ﷺ' توجہ الی اللہ کی آیتیں فنائیت نبوی ﷺ' دعوت الی اللہ کی آیتیں بقائیت نبوی ﷺ' نفی غیر کی آیتیں خلوت نبوی ﷺ اور اثبات حق کی آیتیں جلوت نبوی ﷺ' گویا جس طرح قرآن کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں اسی طرح سنت کے عملی عجائبات کی انتہا نہیں۔ اللہ اکبر کبیرا۔

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کمالات کا نمونہ ہیں کیونکہ استاد کے کمالات ہمیشہ شاگردوں کے ذریعے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ہر صحابی رضی اللہ عنہ نبوت کی دلیل بنا۔ اس دنیا سے جب نبی اکرم

ﷺ تشریف لے گئے تو کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ موجود تھے۔ اور اتنے ہی انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں گزرے' ان صحابہؓ میں سے 313 بدری صحابہؓ اور انبیاءؑ میں سے جو رسول گزرے وہ بھی 313 تھے۔ ان صحابہ کرامؓ میں سے چار خلفائے راشدین بنے جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے صاحب کتاب انبیاءؑ بھی چار تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو آپؐ نے سوا لاکھ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے کمالات کو صحابہ کرامؓ میں منتقل کر دیا۔ اس لیے ہر صحابی کسی نہ کسی ایک نبیؑ کے کمالات کا وارث بنا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' اَلصَّحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے' ہدایت پا جاؤ گے۔ فرمایا اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ سب کے سب صحابہ عدل کرنے والے تھے۔ یہ وہی حضرات تھے جن کے سراپا کے بارے میں تورات اور انجیل میں بھی علامات آئی ہیں۔ اللہ رب العزت نے دنیا ہی میں ان حضرات کو جنت کی بشارتیں عطا فرما دیں۔ یہ ایسے ہی نہیں ہوا بلکہ ان کا اللہ تعالی نے باقاعدہ امتحان لیا جس کے بعد انہیں اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالی ہے۔ اُولٰئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی یہ وہ لوگ تھے جن کا امتحان اللہ نے لیا۔ پیپر کونسا تھا؟ فرمایا تقوی کا۔ پھر پروردگار نے خود نتیجہ نکالا' کہ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وہ پکے سچے مومن ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا فقہی اختلاف ہمارے لیے رحمت ہے:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی استاد جب اپنے شاگردوں کو ٹریننگ دیتا ہے ان کے اعمال ایک جیسے ہونے چاہئیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی ایک ہی استاد تھے' ان کے اعمال میں کیوں فرق ہے؟ حکمت اس میں یہ ہے کہ اعمال کے فرق کا اللہ تعالی نے ہمیں فائدہ دیا ہے کہ ہم اپنی صورتحال کے مطابق ان میں سے کسی ایک کی پیروی کریں۔ مثال کے طور پر نبی ﷺ نے اللہ کے راستے پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ اب اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی چار صورتیں ممکن ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ آدمی عشق الہی میں اتنا مست ہو کہ جو کچھ ہو سب کا سب اللہ کے راستے میں خرچ کردے' اگر یہ صورت ہے تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر ہے۔ اور اگر کبھی یہ صورتحال ہوتی ہے کہ اس کی زندگی میں توازن ہے یعنی دین و دنیا دونوں میں اس نے توازن رکھا ہوا ہے تو وہ آدھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور بقیہ آدھا اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے لئے رکھے۔ ایسے شخص کیلئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے راستے کے قدم موجود ہیں۔ تیسری صورت یہ کہ بعض اوقات انسان کو اللہ تعالی اتنا غنی بنا دیتے ہیں کہ وہ جتنا بھی خرچ کرے' اس کے مال میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ چوتھی صورت یہ کہ کبھی انسان پر فقرو فاقہ کا ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی اس کے لئے مینارہ نور ہے' کیونکہ ان پر پوری زندگی میں کبھی زکوۃ فرض ہی نہیں ہوئی' کبھی کچھ جمع ہی نہیں کیا۔

اب ان چاروں صورتوں میں سے انسان جس حال میں بھی ہو اس کے لئے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نمونے موجود ہیں۔ پس صحابہ کرامؓ کے حالات میں اللہ تعالی نے امت کیلئے وسعت پیدا کردی۔

خلفائے راشدین کی بلندیوں کی ترتیب:

جو حضرات خلفائے راشدین بنے وہ اپنے مقام کی بلندیوں کی ترتیب سے بنے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں اور اسلام بھی سب سے پہلے انہوں نے قبول کیا۔ یاد رکھئے' جب سورج نکلتا ہے تو اس کی روشنی سب سے پہلے اس عمارت پر پڑتی ہے جو سب سے بلند و بالا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب نبوت کا سورج طلوع ہوا تو اس کی روشنی سب سے پہلے اس شخصیت پر پڑی۔ جو امت میں سب سے بلند و بالا تھی۔

نبی اکرم ﷺ سے قرابت اور رشتہ داری کا معیار سامنے رکھا جائے تو بھی خلفائے راشدین کی ترتیب آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔ شرعاً و عرفاً سسر کا مرتبہ داماد کے مرتبے سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ سسر باپ کی مانند اور داماد بیٹے کی مانند ہوتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ

اسلام میں بھی پہلے داخل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے سسر بھی بنے لہٰذا پہلے خلیفہ بنے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں داماد تھے مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نصیبے میں حضور اکرم ﷺ کی دو بیٹیاں آئیں۔ اس لئے ذی النورین کہلائے۔ پس وہ تیسرے خلیفہ بنے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ بنے۔

خلفائے راشدین کا تکیہ کلام: سیدنا صدیق اکبرؓ کا تکیہ کلام لا الہ الا اللہ تھا۔ یعنی زبان پر اکثر اوقات یہ الفاظ رہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مشاہدہ حق میں اس قدر استغراق نصیب تھا کہ ان کی نگاہ ماسوا کی طرف اٹھتی ہی نہیں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تکیہ کلام اللّٰہ اکبر تھا۔ گویا نظر غیر کی طرف اٹھتی تو تھی مگر تحقیق کی نظر تھی، نظر پہچانتی تھی کہ یہ سب ہیچ ہیں، عظمتوں والی ذات تو صرف اللہ کی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تکیہ کلام تھا الحمد للّٰہ ان کو مقام تحمید نصیب تھا گویا اللہ رب العزت کی طرف توجہ کامل تھی مگر جب کبھی غیر کی طرف اٹھتی تھی تو غیر کے نقائص پر ہی پڑتی تھی۔ سوچتے تھے کہ مخلوق میں تو عیوب ہیں اور عیوب سے پاک فقط ایک ہی ذات ہے اس لئے بے اختیار زبان پر الحمد للہ آجاتا تھا۔ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا تکیہ کلام سبحان اللّٰہ تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کو مشاہدۂ حق میں کمال تو حاصل تھا لیکن اگر مخلوق کی طرف نظر اٹھتی بھی تھی تو مخلوق کے کمالات پر پڑتی تھی تو وہ بے اختیار سبحان اللّٰہ کہتے تھے کہ اے کمال والے! تو خود کتنی عظمتوں والا ہے کہ تو نے مخلوق میں بھی ایسی صفات پیدا کر دی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے دو بہترین اوصاف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دو باتیں بہت خاص تھیں۔ ایک تو عشق نبوی ﷺ میں ان کو نکتۂ کمال حاصل تھا اور دوسرا اتباع رسول ﷺ میں ان کو انتہا کا مقام نصیب تھا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا عشق رسول ﷺ: جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت کرنے میں مشغول ہو گیا۔

غور کیجئے کہ ابو بکرؓ خود ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں' بیوی سے کہہ دیا کہ ہمارے لئے کھانا بنا دینا' بیٹے سے کہہ دیا کہ سرداران قریش کی سب باتیں رات کو ہمیں پہنچا دینا' غلام سے کہہ دیا کہ ریوڑ چرانے کے بہانے دودھ پہنچا دینا اور بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ تمہاری امی کھانا بنائے گی تم وہ کھانا ہمیں پہنچا دینا' چنانچہ اسماء بنت ابو بکرؓ غار ثور میں پہنچاتی رہیں۔ سیدہ اسماءؓ ایک دفعہ کھانا لے کر حاضر ہوئیں تو اللہ کے محبوب ﷺ نے دیکھا کہ پیشانی پر زخم کا نشان پڑا ہوا ہے' مرجھائی ہوئی سی طبیعت ہے۔ پوچھا' اسماءؓ! کیا ہوا؟ اسماءؓ کہنے لگی' اے اللہ کے محبوب ﷺ! کل جب میں کھانا دے کر واپس جا رہی تھی تو راستے میں ابو جہل مل گیا۔ وہ کہنے لگا' ابو بکر کی بیٹی! تجھے تو پتہ ہو گا کہ تمہارا باپ کدھر ہے اور جہاں تیرا باپ ہو گا وہیں مسلمانوں کے پیغمبر(ﷺ) ہوں گے بتا کہ کیا تجھے پتہ ہے؟ میں نے کہا' ہاں مجھے پتہ ہے۔ پھر پوچھا یہ بھی پتہ ہے کہ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ میں نے کہا' ہاں یہ بھی پتہ ہے۔ جب سچ کہہ دیا تو ابو جہل نے پکڑ لیا اور کہنے لگا' بتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ نہیں بتاؤ گی تو ماروں گا۔ میں نے کہا' نہیں بتاتی۔ چنانچہ میں ڈٹی رہی۔ اس نے اچانک ایک زوردار تھپڑ میرے چہرے پر لگایا' جس کی وجہ سے میرے دانتوں سے خون نکل آیا۔ آقا ﷺ میں نیچے گری! پتھر پہ میری پیشانی لگی اور خون نکل آیا۔ اس نے مجھے بہت مارا کہ بتا دے مگر میں نے اس کی مار برداشت کی۔ بالآخر میں نے کہا' ابو جہل! تیرا جتنا جی چاہے تو مجھے مار لے' میری جان تو تیرے حوالے مگر محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔ سیدہ اسماءؓ کی یہ بات سن کر نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ ﷺ نے اس وقت یہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے۔ ابو بکر! میں نے دنیا میں سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا ہے لیکن تیرے احسانات کا بدلہ اللہ دے گا۔

غار ثور سے آگے چلے۔ راستے میں نبی ﷺ کو بھوک لگتی ہے۔ کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ غار ثور تک تو پیچھے سے کھانا آتا تھا لیکن آگے کچھ نہیں تھا۔ ایک جگہ ایک عورت کے پاس بکری تھی جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ ابو بکر صدیقؓ اس کے پاس پہنچے اور پوچھا' کیا میں اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ یہ تو دودھ ہی نہیں دیتی۔ کہنے

لگے' اجازت دے دیں۔ اس نے اجازت دے دی۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا معجزہ تھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ آگیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ دودھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے دودھ پیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے تاریخی جملہ کہا' فرمایا فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ کہ نبی ﷺ نے اتنا پیا اتنا پیا یہاں تک کہ میرا دل خوش ہوگیا۔ سبحان اللہ' یوں کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے اتنا پیا کہ میرا دل خوش ہوگیا۔ یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ نے اتنا پیا کہ ان کا دل خوش ہوگیا۔ یہ عشق و مستی کی بات ہے!!!

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی' اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اپنے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی ہوئی ہے۔ پوچھا' وہ کیوں؟ عرض کیا' ابو قحافہ اگرچہ میرے باپ ہیں اور ان کے ایمان لانے سے مجھے خوشی ہوئی مگر حضرت عباسؓ آپ ﷺ کے چچا ہیں اور ان کے ایمان لانے سے آپ ﷺ کو خوشی ہوئی۔ مجھے اپنی خوشی سے آپ کی خوشی زیادہ محبوب ہے۔

یہ اس لئے تھا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نسبت اتحادی نصیب تھی۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ اِلاَّ وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍؓ اللہ رب العزت نے میرے سینے میں جو ڈالا میں نے اسے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا۔ یہ اتباع کامل کی وجہ سے تھا۔ اس کی دو دلیلیں ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

1 - سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتباع سنت میں کمال حاصل تھا حتیٰ کہ ان کا سراپا' ان کا لباس' ان کی گفتار' رفتار' کردار ہر چیز کو نبی اکرم ﷺ سے مشابہت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہجرت کے موقع پر ابوبکر صدیقؓ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے دیکھا تو انہیں دونوں میں سے یہ پہچان کرنی مشکل ہوگئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کون ہیں؟ سبحان اللہ۔ اتباع میں کیسا کمال حاصل کیا کہ لوگوں کیلئے تابع اور

متبوع میں پہچان کرنا مشکل ہو گیا۔

2 - نبی اکرم ﷺ پر جب پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ انہوں نے تسلی دی اور نبی اکرم ﷺ کی تین صفات گنوائیں۔ اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ پھر کہا کہ اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہ کریگا۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو کسی نے ان کے غلام سے پوچھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرو۔ اس نے وہی تین صفات گنوائیں جو خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی گنوائی تھیں۔ یہ نسبت اتحادی کی ٹھوس دلیلیں ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مشاہرہ زیادہ متعین کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مشاہرہ تھوڑا مقرر کیا۔ حالانکہ وہ علم و فضل میں بڑھے ہوئے تھے۔ ایک دن بیٹے نے پوچھ لیا' ابا جان! اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا' زید اور ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ تجھ سے اور تیرے باپ سے زیادہ قرب کی نسبت نصیب تھی اس لئے میں نے اس کا مشاہرہ زیادہ مقرر کیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اجتہاد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم من حیث الجماعت تقوی و طہارت اور ایمان و یقین کی بلندیوں پر فائز تھے تاہم جو حضرات علم و دانش اور تجربہ میں ممتاز تھے فقہی احکام کے استنباط کا بوجھ انہی کے کندھوں پر تھا۔ پس خلفائے اربعہ' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' حضرت عبادہ بن

صامتؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابو موسی اشعریؓ اور حضرت ابو بکرہ ثقفیؓ یہ سب مجتہد حضرات تھے۔ اسی جماعت کے فیصلے پر فتوے دیئے جاتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس قسم کے فتوے منقول ہیں۔

تابعین کا دور: تابعین کا دور بھی خیر کا زمانہ تھا کیونکہ اللہ کے محبوب ﷺ نے تاکید فرمائی تھی۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ {سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو ساتھ ملے ہوئے ہیں پھر ان کا جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں}۔ تابعین نے اگرچہ نبی اکرم ﷺ کو تو نہ دیکھا مگر ان ہستیوں کو ضرور دیکھا جو نبی ﷺ کو دیکھ چکی تھیں۔ انہوں نے ان سے دین سیکھا، ان سے نبی ﷺ کی باتیں سنیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی باتوں کا ایسا نقشہ کھینچتے تھے کہ تابعین یوں محسوس کرتے تھے جیسے وہ خود اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھ رہے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے "طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِيْ وَمَنْ رَاٰى لِمَنْ رَاٰنِيْ" {مبارک ہو اس کو جس نے مجھے دیکھا پھر اس کو جس نے انہیں دیکھا}

فقہائے سبعہ مدینہ:

تابعین مجتہدین میں زیادہ مشہور مدینہ کے فقہائے سبعہ تھے۔

(۱) ابو بکر بن حارثؒ (۲) سلیمان بن یسارؒ (۳) خارجہ بن زیدؒ (۴) قاسم بن محمدؒ (۵) سعید بن المسیبؒ (۶) عبد اللہ بن عتبہؒ (۷) سالم بن عبد اللہؒ۔

ائمہ اربعہ کا احسان: پھر اللہ رب العزت نے اپنے اور بندے پیدا فرمائے جو قرآن اور حدیث کے حامل بن گئے۔ امام ابو حنیفہؒ 80ھ میں پیدا ہوئے، امام مالکؒ 95ھ میں پیدا ہوئے، امام شافعیؒ 150ھ میں پیدا ہوئے اور امام احمد بن حنبل 166ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ چاروں حضرات علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ انہی سے اللہ رب العزت نے کام لیا کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو پڑھ کر لاکھوں سے زیادہ مسائل اخذ کئے اور امت کے لئے اس کو پکی پکائی کھیر بنا دیا تاکہ آنے والے لوگ آسانی سے ان پر

عمل کر سکیں۔ ان حضرات کا امت پر بڑا احسان ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی تقلید عہد صحابہؓ میں:

امام ابو حنیفہؒ نے 115ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا۔ 120ھ میں اپنے استاد کے جانشین بنے۔ اس وقت سے ان کے مقلدین و متبعین میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ صاحب ارشاد الساری نے لکھا ہے کہ حضرت طارق بن شہاب بجلیؓ نے 123ھ میں وفات پائی۔ اس قول کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید عہد صحابہ سے ہی شروع ہو گئی تھی۔

محدثین اور فقہاء کے فرائض منصبی:

پھر ایک جماعت محدثین کی بنی جس نے حدیثوں کو اکٹھا کیا۔ ان کی مثال صیدلیہ (میڈیکل سٹور) والوں کی مانند تھی، جن کے پاس ساری دوائیاں پڑی ہوتی ہیں۔ محدثین کے پاس اسی طرح احادیث کا ذخیرہ ہوتا تھا۔ فقہاء کی مثال اطباء کی مانند تھی۔ جس طرح صرف اطباء ہی دوائی دے سکتے ہیں اسی طرح فقہاء ہی مسئلہ بتا سکتے تھے۔ امام ترمذی نے کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ اَلْفُقَھَاءُ اَعْلَمُ بِمَعَانِیْ الْاَحَادِیْثِ کہ فقہاء ہی احادیث کے معانی کو بہتر سمجھنے والے ہیں۔

سلیمان بن مہران جو رجال بخاری میں سے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ سے مسئلہ پوچھا جو انہوں نے بتادیا۔ سلیمان بن مہران بہت حیران ہوئے کہ آپ نے کہاں سے سیکھا۔ امام ابو یوسف نے کہا، حضرت! آپ ہی سے تو میں نے یہ حدیث سنی ہے۔ کہنے لگے، تیرے ماں اور باپ ابھی ایک بستر پر جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت سے مجھے یہ حدیث یاد تھی مگر آپ کے بتانے سے میں نے اس حدیث کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھا۔ فرمایا، نَحْنُ الصَّیَادُ وَ اَنْتُمْ الْاَطِبَّاءُ کہ ہم تو میڈیکل سٹور والوں کی مانند ہیں اور تم اطباء کی مانند ہو۔ ہم نے یہ سب احادیث پرکھ کر اپنے پاس اکٹھی کر رکھی ہیں مگر کس میں سے کونسا فائدہ لینا ہے تو یہ کام تم لوگ بہتر جانتے ہو۔

امام اعظمؒ اور شجرہ محدثین:

یہ عجیب بات ہے کہ محدثین کا سلسلہ امام اعظم ابو حنیفہ پر منتہی ہوتا ہے۔ چند مثالیں دے دیتا

ہوں۔

(1) ۔ امام ابو حنیفہ ← امام ابو یوسف ← شیخ یحیٰ بن معین محدث ← **امام بخاری**

(2) ۔ امام ابو حنیفہ ← امام ابو یوسف ← شیخ یحیٰ بن معین محدث ← **امام مسلم**

(3) ۔ امام ابو حنیفہ ← امام ابو یوسف ← شیخ یحیٰ بن معین محدث ← **امام ابو دائود** ← **امام نسائی**

(4) ۔ امام ابو حنیفہ ← امام ابوسف ← شیخ یحیٰ بن معین محدث ← **ابو یعلی موصلی** (صاحب مسند)

(5) ۔ امام ابو حنیفہ ← محدث عبداللہ بن مبارک ← محدث یحیٰ بن اکثم ← **امام ترمذی** ← **امام ابن ماجہ**

(6) ۔ امام ابو حنیفہ ← امام محمد ← **امام شافعی** ← **امام احمد بن حنبل**

(7) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ مسعر بن کدام محدث ← امام بخاری ← امام ابن خزیمہ ← **دار قطنی**

(8) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ مسعر بن کدام محدث ← امام بخاری ← امام ابن خزیمہ ← **حاکم** ← **امام بیہقی۔**

(9) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ مکی بن ابراهیم محدث ← شیخ ابو عوانہ ← **طبرانی۔**

(10) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ مکی بن ابراہیم محدث ← شیخ ابو عوانہ ← **ابن عدی۔**

(11) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ فضل بن رکین محدث ← **امام دارمی۔**

(12) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ فضل بن رکین محدث ← **امام ذہبی**

(13) ۔ امام ابو حنیفہ ← شیخ فضل بن رکین محدث ← **شیخ اسحاق۔**

امام ابو حنیفہؒ کا خلیفہ منصور کو لاجواب کرنا:

امام اعظم ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا کمال عطا فرمایا تھا۔ امت میں ایسے کمال دکھانے والے شاید بہت ہی کم حضرات گذرے ہوں گے۔

ایک مرتبہ وقت کے بادشاہ نے امام ابو حنیفہؒ، امام شعبیؒ امام ثوریؒ اور ایک اور

فقیہ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بنائے لیکن چاروں نہیں بننا چاہتے تھے۔ چنانچہ پولیس والوں نے ان کو گرفتار کرلیا۔ راستے میں جب ایک جگہ پہنچے تو جو چوتھے فقیہ تھے وہ بیٹھے بیٹھے اس طریقے سے اٹھے جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ہو۔ پولیس والے انتظار میں رہے اور وہ تو گئے تو چلے ہی گئے۔ یہ حیلہ تھا۔ اب باقی تین رہ گئے۔ امام ابو حنیفہؒ فرمانے لگے' میں قیافہ لگاؤں کہ ہوگا کیا؟ دوسروں نے کہا' ہاں لگائیں۔ کہنے لگے' میں وہاں جاکر ایسی بات کہوں گا کہ خلیفہ منصور کے پاس اس کا جواب ہی نہیں ہوگا۔ لہٰذا میں چھوٹ جاؤں گا۔ امام شعبیؒ بھی کوئی حیلہ کرلیں گے البتہ سفیان ثوریؒ پھنس جائیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جب تینوں حضرات کو دربار میں پہنچایا گیا تو امام شعبیؒ ذرا آگے بڑھے اور جاکر خلیفہ منصور سے کہنے لگے' خلیفہ صاحب! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کے بیوی بچوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے محل کا کیا حال ہے؟ آپ کے اصطبل کا کیا حال ہے؟ آپ کے گھوڑوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے گدھوں کا کیا حال ہے؟ خلیفہ منصور کو عجیب لگا کہ میں جس شخص کو چیف جسٹس بنانا چاہتا ہوں وہ سب کے سامنے میرے گھوڑوں اور گدھوں کا حال پوچھ رہا ہے۔ دل میں سوچا کہ یہ شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں۔ چنانچہ امام شعبیؒ سے کہنے لگا کہ میں آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بنا سکتا۔ امام شعبیؒ اس طرح بچ گئے۔ پھر خلیفہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا' ابو حنیفہ! میں نے آج کے بعد آپ کو چیف جسٹس بنا دیا۔ امام ابو حنیفہ آگے بڑھے اور فرمایا' میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں۔ خلیفہ منصور نے کہا' نہیں نہیں آپ اس قابل ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے کہا۔ خلیفہ صاحب! اب دو باتیں ہیں۔ میں نے جو کچھ کہا' یا تو وہ ٹھیک ہے یا وہ غلط ہے۔ اگر تو وہ غلط ہے تو جھوٹ بولنے والا شخص چیف جسٹس نہیں بن سکتا۔ اور اگر وہ سچ ہے تو میں تو کہہ ہی رہا ہوں کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں۔ اب خلیفہ حیران' اگر کہے کہ ابو حنیفہ! تو نے ٹھیک کہا تو بھی ابو حنیفہ چھوٹتے ہیں' اگر کہے کہ تو نے غلط کہا تو بھی ابو حنیفہؒ چھوٹتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے وقت کے خلیفہ کو بھرے دربار میں لاجوب کر دیا۔

امام ابو حنیفہؒ کی معاملہ فہمی کا واقعہ:

ایک دفعہ دو میاں بیوی آپس میں خلوت کے لمحات میں تھے۔ خاوند بات کرنا چاہتا تھا، مگر بیوی کچھ ناراض ناراض سی تھی۔ حتی کہ خاوند نے غصہ میں کہہ دیا، اللہ کی قسم! جب تک تو نہیں بولے گی تو میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا۔ جب خاوند نے قسم اٹھائی تو بیوی نے بھی قسم اٹھا دی کہ اللہ کی قسم! جب تک تو پہلے نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ اب وہ بھی چپ یہ بھی چپ۔ رات تو گذر گئی۔ صبح کو دماغ ذرا ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ کوئی تو حل ہونا چاہئے۔ چنانچہ وہ سفیان ثوریؒ کے پاس گئے۔ انہیں سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ اب اس کا کیا حل ہے؟ فرمایا، دونوں میں سے جو پہل کرے گا وہ حانث بن جائے گا۔ اس دور میں جو حانث بن جاتا تھا اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی کیونکہ وہ معاشرے میں اعتبار کے قابل نہیں رہتا تھا۔ لہٰذا دونوں کی خواہش تھی کہ قسم ہماری نہ ٹوٹے۔ اب دونوں پریشان۔ خاوند کو خیال آیا کہ امام ابو حنیفہؒ سے پوچھنا چاہئے۔ چنانچہ ان کے پاس پہنچا تو حضرتؒ نے پوچھا، کیا ہوا؟ کہنے لگا، حضرت! میں بیوی کو بلا رہا تھا مگر وہ بولتی نہیں تھی، مانتی نہیں تھی، میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! جب تک تو مجھ سے نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا۔ وہ تو لڑنے کیلئے پہلے ہی تیار تھی، اس نے بھی قسم اٹھالی کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی، اب ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا، جاؤ تم اس کے ساتھ بات کرو تمہاری بیوی ہے، میاں بیوی بن کر رہو۔ خاوند ہنستا مسکراتا گھر آیا اور کہنے لگا، میڈم! کیا حال ہے؟ ہیلو، آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ بیوی نے کہا بس تو حانث بن گیا۔ کہنے لگا، میں تو حانث نہیں بنا۔ اس نے کہا، وہ کیوں؟ کہنے لگا، میں امام ابو حنیفہ سے پوچھ کر آیا ہوں۔ اس دور میں علمی ذوق بہت زیادہ تھا۔ بیوی کہنے لگی، اچھا میں ابھی جاکر مسئلہ پوچھتی ہوں۔ میاں بیوی پہلے سفیان ثوریؒ کے پاس پہنچے، ان کو جاکر بتایا تو وہ کہنے لگے، ابو حنیفہ تو حرام کو حلال کرتا پھر رہا ہے، چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، انہوں نے کیسے یہ مسئلہ بتا دیا۔

جب یہ سب امام ابو حنیفہؒ کے پاس پہنچے تو سفیان ثوریؒ نے کہا، ابو حنیفہ! تم نے

حرام کو حلال کیسے کر دیا؟ امام ابو حنیفہ ؒ مسکرا کر کہنے لگے 'حضرت! میں نے تو حرام کو حلال نہیں کیا' حلال کو حلال کہا ہے۔ آپ ان سے سنیں تو سہی وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری ؒ نے ان سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ امام ابو حنیفہ ؒ نے کہا' حضرت! پہلے خاوند نے کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا اس کے جواب میں بیوی نے بھی قسم اٹھا دی' آپ دیکھیں تو سہی وہ کس سے بات کرتے ہوئے قسم اٹھا رہی ہے' خاوند ہی سے تو بات کر رہی ہے۔ لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہو گئی۔ اب بیوی کی قسم باقی تھی' اس لئے میں نے خاوند سے کہا کہ جاؤ تم اس سے بولو گے تو اس کی بھی قسم پوری ہو جائے گی' تم دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گذارو۔ سفیان ثوری ؒ اس نکتہ سنجی اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

امام ابو حنیفہ ؒ کے علمی کمالات:

ایک آدمی امام ابو حنیفہ ؒ کے پاس آیا اور آکر ایک عجیب و غریب سوال کیا۔ کئی آدمی الٹے سیدھے سوال کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اعتراض کرنے والے تو ہر جگہ ہی ہوتے ہیں۔ اگر اہل علم حضرات اعتراض کریں تو کوئی حرج نہیں ہوتا جیسے ابن ابی شیبہ نے 125 ایسے مسائل لکھے اور کہا کہ ابو حنیفہ نے ان مسائل میں حدیث کے خلاف کام کیا ہے۔ مگر ہمارے علماء نے مستقل کتابیں لکھ دیں کہ جناب! آپ سمجھ ہی نہیں پائے کہ امام ابو حنیفہ ؒ نے قرآن و حدیث سب کو سامنے رکھ کر یہ نچوڑ نکالا کیسے تھا؟ قصور آپ کی عقل کا ہے جو یہ سمجھنے سے قاصر ہے۔

بہرحال ایک آدمی آکر کہنے لگا' آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو (۱) بن دیکھے گواہی دیتا ہو۔ (۲) یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو۔ (۳) اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو۔ (۴) مردار کھالیتا ہو۔ (۵) جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ (۶) جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔ (۷) فتنے کو محبوب رکھتا ہو؟

امام ابو حنیفہ ؒ نے فرمایا' وہ شخص مومن ہے۔ سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا۔ کہنے لگا' جی وہ کیسے؟ فرمایا' دیکھو' تم نے پہلی بات کہی کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو' تو مومن اپنے

پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔ دوسری بات تم نے یہ کہی کہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ تو قرآن پاک میں آیا ہے کہ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيءٍ وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيءٍ تو مومن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔ کہنے لگا یہ بھی ٹھیک ہے۔ فرمایا تیسری بات یہ تھی کہ' اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ تو دیکھو' بارش اللہ کی رحمت ہے اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں۔ وہ کہنے لگا' یہ بھی ٹھیک ہے۔ چوتھی بات یہ تھی کہ مردار کھاتا ہے' تو مچھلی مردہ ہوتی ہے' اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پانچویں بات یہ کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ پس وہ جنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بلایا ہے وَاللّٰهِ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارُ السَّلَامِ مگر اس کو مشاہدہ حق اتنا مطلوب ہے' اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا بھی پسند ہی نہیں کرتا۔ چھٹی بات یہ ہے کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں' تو وہ دوزخ ہے۔ اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر ہوتی ہے کہ اب اسے جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ساتویں بات یہ کہ اسے فتنہ محبوب ہے۔ پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ پس وہ شخص مومن ہے۔ سوال پوچھنے والا شخص حیران رہ گیا۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ......۔

عجیب سوال کا حیران کن جواب:

اسی طرح ایک اور آدمی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم بھی پوچھو۔ کہنے لگا' آپ یہ بتائیں کہ پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا نمکین۔ آپؒ نے فرمایا کہ میٹھا ہوتا ہے۔ کہنے لگا' آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا کہ مکھیاں نمکین چیز پر نہیں بیٹھتیں' ہمیشہ میٹھی چیز پر بیٹھتی ہیں۔

امام مالکؒ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ رب العزت نے امام مالکؒ کو عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال عطا فرمایا تھا۔ مدینہ طیبہ میں چلتے

تھے تو جوتے نہیں پہنتے تھے۔ حتی کہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس جگہ کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے پامال کرے جس جگہ پر میرے محبوب ﷺ چلتے رہے ہوں۔ جب راستہ چلتے تھے تو راستہ کے کنارے پر چلتے تھے کہ کہیں میرے محبوب ﷺ کے قدمین شریفین پر میرے قدم نہ پڑ جائیں اور مالک کہیں بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جائے۔ پوری زندگی مدینہ طیبہ میں گذاری لیکن صرف ایک دفعہ حج کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ کہیں دیار محبوب ؐ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔

امام شافعیؒ کا مقام:

امام شافعیؒ کو اللہ تعالی نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا تھا؟ ایک مرتبہ معمولی سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اسی حالت میں بال کٹوانے کیلئے حجام کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے دور سے دیکھا تو سوچا کہ اتنے معمولی کپڑے ہیں' اس کے پاس کیا ہو گا' چنانچہ اس نے دور سے ہی کہہ دیا کہ میرے پاس وقت نہیں۔ حضرتؒ سمجھ گئے۔ غلام سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ دینار ہیں؟ اس نے کہا' جی تھیلی بھری ہوئی ہے۔ فرمایا' یہ ساری تھیلی اس کو دے دو۔ تھیلی بھی دے دی اور اس سے کہا کہ میں تجھ سے بال بھی نہیں کٹواتا۔ باہر نکل کر تاریخی شعر ارشاد فرمایا:

علی ثیاب لو یباع جمیعها

بفلس لکان الفلس منهن اکثرا

کہ میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ کی استقامت:

امام احمد بن حنبلؒ استقامت کے پہاڑ تھے۔ مسئلہ خلق قرآن میں ان پر اتنے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ہاتھی پر لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا۔ مگر جب امام احمد بن حنبلؒ پر لگ رہے ہیں تو زبان سے صرف اللہ کا ذکر جاری تھا۔ تکلیف کی وجہ سے کراہنے کی آواز بھی نہیں

آرہی تھی۔

رزق حلال کے انوارات: امام احمد بن حنبلؒ ایک دفعہ امام شافعیؒ کے گھر پہنچے۔ امام شافعیؒ نے اپنی بیٹیوں کو بتایا کہ ایک بڑے عالم آرہے ہیں' ان کے لئے اچھا کھانا تیار کرنا ہے۔ چنانچہ بیٹیوں نے اچھا کھانا بنا کر کمرے میں رکھ دیا۔ رات کو تہجد کیلئے مصلی بھی رکھ دیا اور وضو کیلئے لوٹا بھی رکھ دیا۔ امام احمد بن حنبلؒ تشریف لائے' کھانا کھایا اور لیٹ گئے۔ صبح اٹھے تو نماز فجر کیلئے مسجد تشریف لے گئے۔ بچیاں کمرے میں صفائی کرنے کیلئے آئیں تو دیکھا کہ برتن میں جو دو تین آدمیوں کا کھانا رکھا تھا وہ سارا ہی ختم ہو چکا تھا' مصلی جیسا رکھا تھا ویسے ہی پڑا ہے' پانی جیسے بھرا تھا ویسے ہی موجود ہے۔ یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئیں کہ ان کی تعریفیں تو بہت سنی تھیں مگر یہ تو بڑے بسیار خور نکلے' تہجد بھی نہیں پڑھی اور صبح بھی بے وضو ہی چلے گئے۔

جب امام شافعیؒ گھر آئے تو بیٹی نے ساری بات کہہ سنائی۔ سچے لوگ تھے امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کو صورتحال بتائی کہ میری بیٹی تو یہ پوچھ رہی ہے۔ کہنے لگے' حضرت! جب میں نے پہلا لقمہ کھایا تو مجھے اپنے سینے میں نور نظر آیا۔ ہر لقمے پر میرے سینے کا نور بڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا' معلوم نہیں زندگی میں اتنا حلال اور پاک رزق پھر مجھے نصیب ہوگا یا نہیں' کیوں نہ اس کھانے کو اپنے جسم کا حصہ بنا لیا جائے۔ میں نے اس لئے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر میں بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو میرے سینے میں نور اتنا تھا کہ میں قرآن کی آیتوں اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیثوں میں غور و فکر اور تدبر کرتا رہا حتی کہ اسی طرح صبح کا وقت ہو گیا۔ درمیان میں خیال تو آیا کہ تہجد پڑھ لوں مگر میں نے کہا کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ لہٰذا میں اسی علمی سوچ بچار میں مشغول رہا۔ صبح جب آپ آئے تو میں فجر پڑھنے چلا گیا' نہ میرا وضو ٹوٹا اور نہ ہی مجھے وضو کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس لئے میں نے عشاء کے وضو سے جا کر صبح کی نماز پڑھ لی۔

فقہ حنفی کا اعزاز: امت مسلمہ کو اللہ تعالی نے چار فقہیں عطا فرمائیں۔ ان میں سے فقہ

حنفی وہ فقہ ہے جس کو مسلمان ممالک کے اندر قانون کی حیثیت سے لاگو ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ جب خلافت عثمانیہ کا دور تھا تو ملک کا قانون فقہ حنفی کے مطابق اسلامی شریعت تھا اور جب برصغیر پاک و ہند میں مغل بادشاہوں کا دور تھا اس وقت اس برصغیر میں بھی حکومت کی طرف سے فقہ حنفیہ نافذ تھی۔ یہ اعزاز صرف فقہ حنفی کو حاصل ہے۔ اور الحمد للہ آج آپ دیکھیے کہ پاکستان' ہندوستان' افغانستان' بنگلہ دیش' ترکی' ازبکستان' ترکمانستان' آذربائی جان' قزاقستان' ,شیکرستان' تاتارستان' رشیا' یوکرائن' عراق' شام اور ترکی میں فقہ حنفیہ پر عمل کرنے والوں کی اکثریت ہے۔ غور کیجئے کہ یہ آدھی دنیا سے زیادہ علاقہ بنتا ہے۔

امت مسلمہ کی کمزوری کی بنیادی وجہ:

ان چاروں فقہوں کے ائمہ نے علم پر اتنا کام کیا کہ مخلوق خدا علم سے فیضیاب ہوتی رہی۔ ایک ایک عالم کے حلقہ درس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہوتے تھے۔ مگر ہوا یہ کہ جب دنیادار لوگوں نے دیکھا کہ ان علماء کی بہت عزت کی جاتی ہے اور وقت کے خلفاء ادب سے ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو وہ دنیادار لوگ بھی کتابیں پڑھنے لگ گئے اور کتابیں پڑھنے کے بعد درباری ملا بن گئے۔ ان درباری ملاؤں نے آپس میں مناظرے کرنے شروع کر دیئے۔ دلیلیں چلتی رہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کا بیشتر وقت آپس کے بحث مباحثے اور مناظروں کی نذر ہونے لگ گیا۔ چنانچہ ایک وقت وہ بھی آیا جب عوام الناس ان کی باتوں کو سنتے تو تھے مگر ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس طرح امت مسلمہ کے اتحاد میں دراڑیں پڑنی شروع ہو گئیں۔

تاتاری فتنہ میں مسلمانوں کا نقصان:

اب ایسے فتنہ و انتشار کے وقت میں کفار نے مسلمانوں پر شب خون مارا۔ ساتویں صدی ہجری میں تاتاری فتنہ اٹھا اور اس نے مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت چھین لی۔ بغداد میں ایک دن میں اڑھائی لاکھ مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ گندے پانی کی نالیوں میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا۔

امام اوزاعیؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب تاتاریوں نے بغداد پر قبضہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کی کتابوں سے دریائے دجلہ کے اوپر پل باندھا تھا۔ انگریزوں نے بھی جب اندلس کو فتح کیا تو انہوں نے مسلمانوں کی کتابوں کو ضائع کرنا شروع کیا۔ آپ حیران ہوں گے کہ کتابوں کے اتنے ذخیرے تھے کہ ان کو ضائع کرنے میں چالیس سال لگے۔ یہ دین اسلام کو شرف حاصل ہے کہ جتنی کتابیں اس دین پر لکھی گئیں اتنی کتابیں کسی اور دین پر نہیں لکھی گئیں۔ تصنیف و تالیف کو اللہ تعالی نے اس دین کی خصوصیت بنا دیا ہے۔

- شمس الائمہ امام سرخسیؒ کنویں میں نظربند رہے۔ شاگرد اوپر منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ امام محمدؒ کی کتاب "مبسوط" کی شرح لکھوا رہے ہیں۔ مبسوط کی شرح 30 جلدوں میں لکھی گئی۔ وہ شرح آج علمائے کرام پڑھ رہے ہیں۔
- امام حسن بن مندہؒ نے مرتے وقت حدیث کی کتابوں کے چالیس صندوق چھوڑے جو ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔
- حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ طلب حدیث میں 33 سال گھومتے پھرتے رہے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا۔
- ابو حاتم رازیؒ نے خود بیان کیا کہ تحصیل علم حدیث کیلئے نو ہزار میل پیادہ چلے۔
- ابن مقریؒ نے ایک نسخہ "ابن فضالہ" کی خاطر 840 میل کا سفر کیا۔
- حافظ ابو عبداللہ اصفہانیؒ نے طلب حدیث کیلئے 120 مقامات کا سفر کیا۔
- شیخ ابن جوزیؒ نے برسر منبر کہا کہ میں نے ان اپنی انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھیں۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کی قلموں کے تراشوں سے غسل کا پانی گرم کیا گیا۔
- امام ادب ثعلبؒ ناقل ہیں کہ برابر پچاس برس سے ابراہیم حربی کو ہر محفل ادب میں موجود پاتا ہوں۔
- امام رازیؒ نے فرمایا "واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز" (اللہ کی قسم مجھے کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے کا افسوس ہوتا ہے کیونکہ وقت مجھے بہت عزیز ہے)

- امام غزالیؒ کی تعلیقات جو انہوں نے ابو نصر اسمٰعیل سے لکھی تھیں لٹ گئیں۔ آپ نے ڈاکوؤں کے سردار سے واپس مانگیں۔ وہ ہنسا کہ تم نے خاک سمجھا۔ ایک کاغذ نہ رہا اور تم کورے ہو گئے۔ تعلیقات تو اس نے آپ کو دے دیں مگر آپ متواتر تین برس تک مسائل یاد کرتے رہے اور حافظ بن گئے۔
- قرطبی سے منقول ہے کہ امام شاطبیؒ نے جب قصیدہ شاطبیہ لکھا تو اسے ساتھ لیکر بیت اللہ شریف کے بارہ ہزار طواف کئے۔ جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو کہتے'

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ رَبَّ هَذَاالْبَیْتَ الْعَظِیْمِ اِنْفَعْ بِھَا کُلَّ مَنْ قَرَءَھَا

اے آسمان اور زمین کے بنانے والے۔ حاضر و غیب کے جاننے والے۔ اس گھر کے پروردگار جو اس کتاب کو پڑھے اسے فائدہ عطا فرما

- عورتیں بھی علمی کارناموں میں پیچھے نہیں رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی مجلس کیلئے ایک دن مقرر فرمایا تھا۔ شفاء عدویہ کو متعین فرمایا کہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھائی سکھائیں۔ سلف صالحین میں قاضی عیسی اپنی بیٹیوں کو روزانہ عصر کے بعد کتابیں پڑھاتے تھے۔ چنانچہ بعض عورتیں محدثہ بنیں۔ کریمہ مروزیہ اور سیدہ نفیسہ بنت محمد بہت مشہور ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے 80 عورتوں سے لڑکپن میں حدیث پڑھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی کمالات کسی سے مخفی نہیں۔
- مشائخ عظام نے بھی احیائے دین کیلئے خوب قربانیاں دیں۔

تاتاری فتنے کا توڑ: تاتاریوں کے اس فتنے کے دوران جب تخت و تاج مسلمانوں کے ہاتھ سے چھن گیا تو خانقاہوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ سکھانے والے مشائخ نے دیکھا کہ اب علماء کو مدد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مشائخ عظام کفار کے مقابلے میں نکل آئے۔ اس وقت ائمہ میں سے امام ذیلعیؒ امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ اور تقی الدین سبکیؒ زندہ تھے مگر پھر بھی اللہ رب العزت نے مشائخ سے کام لیا۔ اس نازک دور میں خواجہ فرید الدین عطارؒ نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء سے مسلمانوں کے

دلوں کو منور کیا۔ مولانا رومؒ نے مثنوی شریف لکھ کر غافل دلوں کو جگایا اور محبت الٰہی سے گرمایا۔ بعض مشائخ نے تاتاری شہزادوں کے دلوں پر محنت کرنا شروع کر دی۔ جن میں حضرت خواجہ احمد دربندیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جب تاتاری شہزادے دربند شریف پہنچے تو سارے مسلمان شہر کو خالی کر کے چلے گئے۔ شہزادے نے پوچھا' شہر میں کوئی مسلمان تو نہیں بچا؟ سپاہیوں نے بتایا کہ ایک مسجد میں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہنے لگا' گرفتار کر کے پیش کرو۔ چنانچہ خواجہ احمد دربندیؒ اور ان کے شاگرد کو ہتھکڑیاں لگا کر پیش کیا گیا۔ شہزادے نے کہا' کیا آپ کو پتہ نہیں چلا کہ میں یہاں داخل ہو رہا ہوں' سب چلے گئے تم کیوں نہ گئے؟ وہ کہنے لگے ہم اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے کیوں نکلتے؟ کہنے لگا' تمہیں پتہ نہیں' تم آج میری حراست میں ہو؟ انہوں نے کہا' اللہ تعالیٰ چاہے تو ہمیں آزاد کروا سکتا ہے۔ شہزادے نے پوچھا کیسے؟ انہوں زور سے کہا اللہ۔ اللہ کا لفظ کہنا تھا کہ زنجیریں ٹوٹ کر گر پڑیں۔ تاتاری شہزادے کے دل پر خوف طاری ہو گیا۔ کہنے لگا' اچھا میں آپ کو معاف کرتا ہوں۔ حضرتؒ کو آزاد کر دیا گیا۔ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً وہ شہزادہ حضرتؒ سے ملتا رہا' حضرتؒ اس کے دل پر توجہ ڈالتے رہے حتی کہ تیس سال کے بعد ایک وقت وہ بھی آیا کہ وہ شہزادہ وقت کا بادشاہ بنا۔ اور حضرتؒ کے فیضان صحبت سے مسلمان ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سلطنت پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں دے دی۔ علامہ اقبال نے کہا:

ہے عیاں آج بھی یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کارنامے:

اکبری دور میں ابوالفضل اور فیضی جیسے درباری ملاؤں نے تعظیمی سجدے کے جواز میں فتوے دیئے۔ دین الٰہی کے نام پر بادشاہ وقت کی خواہشات کی پیروی ہونے لگی۔ سید المرسلین ﷺ کی نورانی سنتوں کی جگہ بدعات کی ظلمت عام ہونے لگ گئی تو مجدد الف ثانیؒ شرک و بدعت کے قلع قمع کیلئے میدان دعوت میں اترے۔ آپ نے دو سال گوالیار

کے قلعے میں پابند سلاسل رہ کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر احیاء دین کیلئے آپ کی رگ فاروقی پھڑکتی رہی حتی کہ آپ کی صحبت سے فیض پانے والے سیادت پناہ شیخ فرید اور خان خاناں جیسے جرنیل دینی رنگ میں رنگے گئے۔ ان حضرات کی کوششوں سے اکبر بادشاہ کا دماغ ٹھکانے لگا۔ چنانچہ اکبر بادشاہ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ خلاف شرع کاموں کو بند کروائے۔ الحمدللہ دین الٰہی کی تار پور بکھر گئی اور اللہ تعالی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ذریعے شرک و بدعات کا قلع قمع کروایا اور متروکہ سنتوں کو از سر نو زندہ کروایا۔ اسی لئے جہانگیر کی زندگی میں دینی رنگ پیدا ہوا اور بالآخر اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسا متقی اور پرہیزگار بادشاہ تخت و تاج کا وارث بنا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمات:

برصغیر پاک و ہند میں دین کی اشاعت کیلئے بہت کام کیا گیا۔ قرآن کے ترجمے کئے گئے، تفاسیر لکھی گئیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اصول تفسیر کی کتاب الفوز الکبیر تصنیف فرمائی۔ ان کے بیٹے شاہ عبد القادرؒ نے قرآن پاک کا اردو زبان میں الہامی ترجمہ کیا۔ مثال کے طور پر ایک آیت ہے لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ دوسرے مفسرین حضرات نے لکھا "حفاظت کرتے ہیں اپنی شرمگاہوں کی"۔ اور شاہ عبد القادرؒ نے اس کا ترجمہ لکھا "جو تھامتے ہیں اپنی شرمگاہوں کو"۔ اب دونوں میں فرق دیکھئے۔ شرمگاہ کی حفاظت کرنا اور چیز ہے اور شرمگاہ کو تھامنا اور چیز ہے۔ یعنی جب جذبات ابھرتے ہیں تو حفاظت کا لفظ صحیح مفہوم ادا نہیں کرتا، بلکہ وہاں اپنے جذبات کو تھامنے کا لفظ کام دیتا ہے۔ ایک اور آیت میں فرمایا گیا اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ۔ دوسرے مصنفین نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "یا تم مس کرو عورتوں کو" مس کرنا قدرے مشکل لفظ ہے اور شاہ عبد القادرؒ نے ترجمہ کیا "یا تم لگو عورتوں کو" اتنے آسان لفظوں میں ترجمہ کیا کہ مسئلہ خود بخود سمجھ میں آ گیا۔

شاہ ولی اللہ کے خاندان میں علم کا شوق:

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فرزند ارجمند شاہ عبد العزیزؒ نے اردو میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی۔ ایک مرتبہ مطالعہ کرتے ہوئے شاہ عبد العزیزؒ نے پانی مانگا۔ شاہ ولی اللہؒ

کو پتہ چلا تو فرمانے لگے کہ افسوس' آج علم ہمارے خاندان سے رخصت ہو گیا کہ میرے بیٹے نے مطالعہ کے وقت پانی مانگا۔ بیوی نے کہا' حضرت! صبر تو کریں۔ اس نے پانی بھیجنے کی بجائے سرکہ ملا کر بھیج دیا۔ شاہ عبدالعزیز مطالعہ میں اتنے مشغول تھے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اضطرار اتنا تھا کہ سرکہ پی لیا اور پتہ ہی نہ چلا کہ میں سرکہ پی رہا ہوں یا پانی پی رہا ہوں۔ جب بیوی نے بتایا کہ اس کا تو یہ حال ہے تو فرمایا' الحمد للہ ہمارے خاندان میں ابھی علم باقی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان حضرات کو باطنی نعمتیں عطا فرمادی تھیں۔ خود شاہ ولی اللہؒ کو علم و ادب کی وجہ سے اتنا رعب حاصل تھا کہ مغلیہ خاندان کے شہزادوں کو منبر پر کھڑے ہو کر کہا' "مغلیہ خاندان والو! ولی اللہ کے سینے میں اللہ نے ایک موتی رکھا ہے' اگر تمہارے خزانے میں اتنا قیمتی موتی ہے تو مجھے لا کر دکھاؤ۔ تم ساری دنیا کے خزانوں کو بھی اکٹھا کر لو تو مجھے وہ موتی لا کر نہیں دکھا سکتے"۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی باکمال شاگرد تیار کیے' جیسے شاہ اسماعیل شہیدؒ' اور سید احمد شہیدؒ۔ آج بالاکوٹ ان کی عظمت کی گواہیاں دے رہا ہے۔

برصغیر میں انگریز کا ظلم و ستم:

1857ء میں جب انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو اس نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین کر اپنے پنجے مضبوط کرنے کے لئے شکنجہ کس دیا۔ امراء سے زمینیں چھین لیں' مسلمانوں کو مال و جاہ سے محروم کر دیا' مادی وسائل پر قبضہ کر لیا تاکہ انہیں کمزور کیا جاسکے' ظلم کی حدیں توڑ دیں حتی کہ پانچ پانچ منٹ میں پھانسی کے فیصلے دے دیتے تھے۔ اگر کسی مسلمان کی انگلی زخمی دیکھتے تو کہتے' لگتا ہے تم نے کسی انگریز کو مارا ہو گا۔ چنانچہ اس کی بھی پھانسی کا فیصلہ کر لیا جاتا۔

انگریز بڑا چالاک دشمن تھا۔ اس نے دیکھا کہ مال تو میں نے لے لیا مگر جب تک اس قوم کے ایمانی جذبے کو ختم نہیں کروں گا تو یہ قوم متحد رہے گی۔ لہذا اس کو ختم کرنے کیلئے مدارس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اس دور میں مدارس وقف کی املاک سے چلا کرتے تھے۔ لہذا انگریز نے دوسرا حربہ یہ اختیار کیا کہ اس نے مدارس کی املاک کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ جب اقتصادی طور پر گلا ہی گھونٹ دیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چار ہزار مدارس بند

ہو گئے۔ ڈراؤ دھمکاؤ کی پالیسی کامیاب رہی اور لوگ سہم گئے۔

برصغیر میں علوم وفنون کے مراکز: اس وقت انڈیا میں تین مراکز تھے۔ ایک دھلی میں قرآن و حدیث کا "ولی الہی" مرکز تھا' دوسرا لکھنؤ میں فقہ اور اصول فقہ کا مرکز تھا اور تیسرا خیر آباد میں فنون کا مرکز تھا۔ انگریز نے ان تینوں مراکز پر اپنا تسلط جمالیا۔

دیو بند میں مدرسہ کا قیام: اللہ تعالی نے ایک بندے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے دل میں بات ڈالی کہ مال مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تاہم ملنے کی امید ہے' حکومت ہاتھوں سے نکل گئی ملنے کی امید باقی ہے' اگر دین ہاتھوں سے چلا گیا تو نہیں ملے گا لہٰذا انگریز کے اس ظلم و ستم کا توڑ دینی مدارس کا قیام ہے۔ کیوں نہ کسی ایسی جگہ پر مدرسہ بنایا جائے کہ جہاں انگریز کی نظر ہی نہ پڑے اور خاموشی سے کام ہوتا رہے۔ حضرت قاسم نانوتوی ؒ کے سسرال دیو بند کے رہنے والے تھے۔ چنانچہ حضرت ؒ دیو بند پہنچے اور وہاں جاکر چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے خاموشی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ ایک استاد اور ایک شاگرد۔ استاد کا نام ملاں محمود اور شاگرد کا نام محمود الحسن۔ دونوں محمود تھے۔ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی ؒ کے شاگرد مولانا مملوک علی ؒ کو استاد کامل کا خطاب ملا کیونکہ انہوں نے سب کو پڑھایا۔ مولانا شاہ رفیع الدین نقشبندی ؒ پہلے مہتمم بنے۔

دار العلوم دیو بند کا سنگ بنیاد: حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور نبی ﷺ نے خواب میں دار العلوم کی عمارت کی پوری حدود کا تعین فرما دیا۔ اسی لیے ترانہ دار العلوم کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

یہ علم و ہنر کا گہوارا تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے
خود ساقی کوثر ؐ نے رکھی میخانہ کی بنیاد یہاں
تاریخ مرتب کرتی ہے دیوانوں کی روداد یہاں

کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں
یہ علم و ہنر کا گہوارا تاریخ کا وہ فن پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

چنانچہ بنیادیں رکھنے کا وقت آیا تو حضرت قاسم نانوتویؒ نے اعلان فرمایا کہ آج دارالعلوم کا سنگ بنیاد میں ایسی شخصیت سے رکھواؤں گا کہ جس نے پوری زندگی کبیرہ گناہ تو کیا کرنا، کبھی گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت شاہ حسین احمدؒ جو میاں اصغر حسینؒ کے ماموں تھے ان کو بلایا اور کہا کہ حضرت! آیئے اور دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھئے۔

حضرت شاہ حسین احمدؒ کی فنائیت قلبی:

شاہ حسین احمدؒ پر اللہ تعالی نے فنائیت کا ایسا پر تو ڈال دیا تھا کہ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے ایک داماد کا نام اللہ بندہ تھا۔ دو سال تک وہ ان کے پاس رہا۔ جب سامنے سے گذرتا تو حضرت شاہ حسین احمدؒ پوچھتے، ارے میاں! تم کون ہو؟ کہتا، حضرت! میں آپ کا داماد اللہ بندہ ہوں۔ فرماتے، ارے میاں! سبھی تو اللہ کے بندے ہیں۔ دو سال تک داماد کا نام یاد نہ ہوا۔ ذکر کی فنائیت ایسی تھی کہ دل میں ایک اللہ تعالی کا نام بس چکا تھا۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیت نے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔

ایک حسین خواب:

حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ دارالعلوم کے دوسرے مہتمم بنے۔ ایک دفعہ دارالعلوم میں تشریف لائے تو ایک طالب علم نے آکر کہا، حضرت! آپ کے مطبخ میں یہ سالن پکتا ہے، ذرا دیکھیں تو سہی، اس سے تو وضو بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اگر مہتمم صاحب کے سامنے ایک طالب علم ایسی بات کرے تو یہ معمولی بات تو نہیں تھی۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدینؒ نے اس لڑکے کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور فرمایا لگتا ہے یہ ہمارے مدرسے کا طالبعلم نہیں ہے۔ یہ بیرونی لڑکا ہے جو یہاں آیا ہوا ہے۔ استاد کہنے لگے، حضرت! دیکھ لیتے ہیں۔ اس کا نام رجسٹر میں دیکھا، لکھا ہوا ہے۔ جب باورچی سے پوچھا تو اس نے کہا، روزانہ کھانے کے وقت آکر کھانا بھی کھاتا ہے۔

لیکن جب مزید تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ بازار میں کام کرتا تھا اور کھانے کے وقت مدرسہ میں آ کر کھانا کھالیتا تھا۔

استاد بڑے حیران ہوئے۔ کہنے لگے، مہتمم صاحب! ہم لوگ بچوں کو پڑھاتے ہیں، اس لڑکے کو نہ پہچان سکے، آپ تو بچوں کو دیکھتے ہی نہیں، آپ نے کیسے پہچان لیا؟ مولانا رفیع الدینؒ نے فرمایا، جب میں اس مدرسہ کا مہتمم بنا تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ یہاں ایک کنواں ہے اور نبی اکرم ﷺ کنویں میں سے پانی کے ڈول نکال رہے ہیں۔ دارالعلوم کے طلباء آتے ہیں اور آپؐ ان کو پانی ڈال کر دے رہے ہیں۔ میں نے خواب میں اس لڑکے کو نہیں دیکھا تھا اس لئے میں سمجھ گیا کہ یہ ہمارے مدرسے کا طالب علم نہیں ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی جامعیت: انگریز نے برصغیر میں نو سال تک خوب قدم جمائے رکھے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اب میرے قدم اچھی طرح جم چکے ہیں تو اس نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند ان تینوں مراکز کے علوم کا جامع بن کر ابھرا۔

حضرت شیخ الہندؒ پر علوم و معارف کی بارش: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ حضرت مولانا تھانویؒ کے استاد تھے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں حضرتؒ سے دورہ حدیث کیا کرتا تھا، طلباء رات کو تکرار کیا کرتے تھے تو میں ان کو تکرار کروایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا مقام آیا کہ ہم سب اٹک گئے۔ طلباء نے مجھے کہا کہ حضرت سے آپ ہی پوچھنا۔ سردیوں کا موسم تھا، میں صبح سویرے اٹھا، جلالین شریف اپنے سینے سے لگائی اور مسجد میں جا کر نماز پڑھی۔ حضرتؒ کی عادت شریفہ تھی کہ فجر پڑھتے ہی صومعہ (عبادت کا ایک کمرہ) میں چلے جاتے تھے اور اشراق تک ذکر کرتے تھے۔

نماز پڑھتے ہی حضرتؒ اندر تشریف لے گئے اور کنڈی لگالی۔ میں نے جلالین شریف کو سینے سے لگائے رکھا اور سردی میں کھڑا ٹھٹھرتا رہا۔ حضرت ذکر تو اندر کر رہے تھے اور

مزہ مجھے آرہا تھا۔ جب اشراق کے بعد حضرت ؒ نے کنڈی کھولی اور باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ پسینے کے قطرے آپ کی پیشانی اور گردن پر تھے۔ آپ کی صدری پر بھی پسینے کے نشانات تھے۔ گویا "لا الہ الا اللہ" کی ایسی ضربیں لگائی تھیں کہ پسینے میں شرابور ہو رہے تھے۔ مجھے راستے میں کھڑا دیکھ کر حضرت ؒ نے پوچھا' اشرف علی! کیوں کھڑے ہو؟ میں نے کہا حضرت! کتاب کی ایک بات سمجھ نہیں آئی۔ وہیں حضرت نے کھڑے کھڑے اس کے متعلق تقریر کرنی شروع کر دی۔ عجیب صورتحال تھی کہ نہ تو مجھے الفاظ کی سمجھ آئی اور نہ ہی معانی کی۔ یعنی الفاظ بھی غیرمانوس اور معانی بھی۔ تقریر فرما کر حضرت ؒ نے کہا کہ سمجھ آگئی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے تو سمجھ نہیں آئی' حضرت کچھ نزول فرمائیں تاکہ مجھے سمجھ آسکے۔ حضرت ؒ نے پھر دوبارہ تقریر شروع کر دی۔ اس مرتبہ الفاظ تو مانوس تھے مگر معانی کا پھر بھی پتہ نہ چلا۔ حضرت ؒ نے پوچھا کہ اشرف علی! سمجھ گئے؟ میں نے کہا' حضرت! سمجھ تو نہیں آئی فرمایا تمہیں اس وقت سمجھ نہیں آئے گی' جاؤ پھر کسی وقت پوچھنا۔ حضرت تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ ذکراللہ کی وجہ سے علوم و معارف کی ان پر اتنی بارشیں ہوتی تھیں کہ اس وقت ان کی تقاریر کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ سے محبت:

مجھے حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ سے اتنی زیادہ محبت و عقیدت ہے کہ بہت زیادہ۔ حالانکہ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے اکابرین سے بھی عقیدت ہے مگر حضرت نانوتوی ؒ کی طرف دل زیادہ کھنچتا ہے' ان کے ساتھ قدرتی محبت قلبی ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ائمہ اربعہ میں امام اعظم ؒ کے ساتھ اور مشائخ عظام میں سے حضرت نقشبند بخاری ؒ کے ساتھ محبت بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح حضرت نانوتوی ؒ کے ساتھ بھی محبت بہت زیادہ ہے۔ حتی کہ ان کا نام آجائے تو پتہ نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ میں اس وقت مسجد میں بیٹھا ہوں' باوضو بیٹھا ہوں' منبر پر بیٹا ہوں' اگر قسم کھا کر کہوں کہ مجھے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے ساتھ اپنے باپ سے بھی زیادہ محبت ہے تو میں حانث نہیں بنوں گا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ کا عشق رسول ﷺ: حضرت مولانا قاسم نانوتوی ؒ تو علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ اللہ تعالی نے ان کو بے پناہ عشق رسول عطا فرمایا تھا۔ حیران ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ انگریز نے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے۔ حضرت ؒ تین دن گھر میں رہے اور تین دن بعد باہر نکل آئے کہ حضور ﷺ غار میں تین دن تک چھپے رہے تھے۔ لہذا تین دن سے زیادہ میں اندر رہنا پسند نہیں کرتا کہ ایسا نہ ہو کہ قاسم نانوتوی سے خلاف سنت کام ہو جائے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کو خلافت ملنے کا واقعہ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ ' حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اور کہنے لگے ' حضرت! اوراد و اشغال والا کام تو ہم سے ہوتا نہیں۔ حضرت ؒ نے فرمایا کہ اچھا نہ کرنا' مگر ہم یہ کہتے ہیں تین دن اور تین راتیں یہاں ٹھہر جاؤ۔ کہنے لگے ' حضرت! ٹھیک ہے ' تین راتیں ٹھہروں گا مگر تہجد میں مجھ سے نہیں اٹھا جائے گا' جی کرے گا تو اٹھوں گا ورنہ نہیں۔ حضرت حاجی صاحب ؒ نے فرمایا' یہ بھی ٹھیک ہے۔ شاگرد کو بلا کر کہا کہ رشید احمد کی چارپائی میری چارپائی کے قریب ڈال دینا۔

رات کو حاجی صاحب ؒ اٹھے۔ لا الہ الا اللہ کا ورد کرنا شروع کیا۔ حضرت گنگوہی ؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی۔ مجھے اتنا مزہ آیا کہ میں نے بھی اٹھ کر تہجد پڑھی اور پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ کی ضرب لگانا شروع کر دی۔ تین دن کیلئے رکے تھے مگر تیس دن تک وہاں ٹھہرے رہے۔ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حاجی صاحب ؒ نے ان کو اجازت و خلافت عطا فرما دی۔

نواب صاحب کی اصلاح: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے پاس ایک نواب صاحب آئے۔ اس وقت آپ ؒ کی خدمت میں حضرت شیخ الحدیث ؒ کے والد حضرت مولانا یحی ؒ بیٹھے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کے خلیفہ خاص تھے' خدمت میں لگے رہتے تھے۔ انہوں نے نواب صاحب کیلئے خانقاہ کا فالتو قالین بچھوا دیا۔

حضرتؒ کو پتہ چلا تو فرمایا' مولانا یحیی صاحب! وہ قالین کہاں ہے۔ نواب صاحب سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مولانا یحییٰؒ نے کہا' حضرت! میں نے نواب صاحب کیلئے بچھوا دیا ہے۔ فرمایا' اچھا نواب صاحب کو قالینوں کی کمی ہو گئی ہو گی۔ نواب صاحب کی آدھی طبیعت تو وہیں صاف ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر گزری تو دستر خواں بچھایا گیا۔ نواب صاحب بھی آئے۔ حضرتؒ بھی بیٹھے اور محمود الحسن بھی آگئے جو بعد میں شیخ الہند بنے۔ نواب صاحب نے ایک طالب علم کو دستر خواں پر بیٹھے دیکھا تو حیران ہوئے' حضرتؒ نے فوراً فرمایا' نواب صاحب اگر طالب علم کا ساتھ بیٹھنا اچھا نہیں لگتا تو آپ کہیں علیحدہ بیٹھ کر کھالیں' محمود الحسن اور میرا تو جینے مرنے کا ساتھ ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تواضع:

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حدیث پڑھا رہے تھے کہ یک دم بارش شروع ہو گئی۔ طلباء نے اپنی کتابیں سمیٹیں اور کمرے میں بھاگ گئے۔ حضرتؒ نے رومال بچھایا' طلبا کی جوتیاں اس میں ڈالیں اور اس کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور کمرے میں لے آئے۔ طلباء نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ کہنے لگے' حضرت! ہم خود جوتے اٹھا لیتے۔ حضرتؒ نے جواب دیا' بچو! تم سارا دن قال اللہ اور قال الرسول پڑھتے ہو' رشید احمد تمہارے جوتے نہ اٹھائے گا تو اور کیا کرے گا۔

حضرت انور شاہ کشمیریؒ کا بے مثال حافظہ:

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مصر تشریف لے گئے۔ وہاں کتب خانے میں ایک کتاب "نور الایضاح" دیکھی۔ پوچھا' کیا لے سکتا ہوں کیونکہ ہمارے پاس نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم نہیں دے سکتے۔ حضرتؒ نے اس کو اچھی طرح دیکھ لیا واپس آکر اس کو زبانی لکھوا دیا۔ جب نقل اصل کے ساتھ ملائی گئی تو کوئی فرق نہ نکلا۔ ان کی لکھی ہوئی وہ کتاب آج مدارس کے طلباء پڑھ رہے ہیں۔

کچھ ہندو نوجوان حضرتؒ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ کسی نے ان سے کہا' تم اس شخص کے کہنے پر مسلمان ہو گئے ہو۔ تو وہ کہنے لگے' ہاں یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں

ہو سکتا۔ اللہ اکبر

حضرت شیخ الہندؒ کا غیر معمولی حافظہ: حضرت شیخ الہندؒ کا حافظہ اتنا تیز تھا کہ ایک مرتبہ کتابیں باہر دھوپ میں رکھوانے کیلئے نکلوائیں۔ ایک کتاب کو دیمک لگ چکی تھی۔ شاگرد نے کہا، حضرت! اس کو تو دیمک لگ چکی ہے۔ فرمایا، اس کے جو ورق دیمک نے کھالیے ہیں وہ تم زبانی لکھ کر ساتھ لگادو۔ اس نے کہا، حضرت! میں نے تو یہ کتاب پچھلے سال پڑھی تھی، مجھے تو یاد نہیں ہے۔ فرمایا، تم نے پچھلے سال پڑھی اور بھول گئے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے اپنی یادداشت سے ان صفحات کی عبارت کو زبانی لکھوا کر ساتھ چسپاں کر دیا۔

حضرت مولانا یحییٰ کی یادداشت کا کمال: حضرت مولانا یحییٰ کو متنبی یاد تھی، حماسہ یاد تھی اور مسلم دو سو مرتبہ تسبیح پر پڑھی تھی۔ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، حضرت! میرے پاس قصیدہ بردہ ہے مگر اس کے تین چار صفحے نکلے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا، اچھا لکھ لو۔ چنانچہ حضرتؒ نے تین چار صفحات ان کو زبانی لکھوا دیئے۔ سبحان اللہ۔ ہمارے اکابرین کو اللہ تعالیٰ نے شرح صدر عطا کیا ہوا تھا۔ فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ان کے سینے ایسے کھلے ہوئے گویا کتابیں ان کے سامنے کھلی ہوئی ہوں۔ جبکہ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم صبح کو پڑھتے ہیں تو شام کو بھول جاتے ہیں اور شام کو پڑھتے ہیں تو صبح کو یاد نہیں ہوتا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی حاضر جوابی: خطابت کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تہلکہ مچا دیا۔ ان کی تقریر سن کر ہندو بھی مسلمان ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہانت ایسی دی تھی کہ حاضر جواب بہت تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب کہنے لگے، حضرت! آپ تو انگریز کو Show (تماشہ) دکھاتے ہیں۔ فرمایا بھئی! میں انگریز کو Show نہیں دکھاتا، میں تو انگریز کو Shoe (جوتا) دکھاتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک صاحب حضرت بخاریؒ سے ملے اور کہنے لگے، حضرت! زندگی کیسی

گذری؟ فرمایا' بھئی! اپنی آدھی ریل میں گذری اور آدھی جیل میں گذری۔

ایک دفعہ سید ابوالاعلی مودودی کے ساتھ شاہ جیؒ کی ملاقات ہوئی تو ابوالاعلی مودودی فرمانے لگے' شاہ صاحب! آپ کی جماعت کو تقریر کا بڑا ہیضہ ہے۔ شاہ جیؒ نے جواب دیا' جیسے آپ کی جماعت کو تحریر کا ہیضہ ہے۔

ایک جلسہ گاہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا مجمع ہے۔ شاہ جیؒ نے چاہا کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں سے کچھ پوچھوں۔ چنانچہ حساب کا چھوٹا سا سوال پوچھا۔ ہندوؤں نے تو جواب دے دیا مگر مسلمان نہ دے سکے۔ اب مسلمانوں کی ہونی تو سبکی تھی مگر شاہ جی فرمانے لگے' واہ مسلمانوں! تم یہاں بھی بے حساب ہو جبکہ اللہ تعالی تمہارے ساتھ آگے بھی بے حساب والا معاملہ فرمائے گا۔ ماشاء اللہ۔

ایک شخص کہنے لگا' شاہ جی! کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ شاہ جیؒ نے فرمایا بھئی! ہماری تو زندہ بھی نہیں سنتے ہم مردوں کی کیا بات کریں۔

ایک دفعہ علیگڑھ پہنچے۔ بعض طلباء نے پروگرام بنایا ہوا تھا کہ تقریر نہیں کرنے دینی۔ شاہ جیؒ سٹیج پر آئے تو طلباء تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شور مچانا شروع کر دیا کہ بیان نہیں کرنے دینا۔ شاہ جیؒ نے کہا' بھئی! ایک بات سنو' میں اتنا سفر کر کے آیا ہوں' اگر اجازت ہو تو میں ایک رکوع پڑھ لوں۔ اب طلباء میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ کہنے لگے' جی تلاوت میں کیا حرج ہے اور کچھ کہنے لگے یہ بھی نہیں سننی۔ حتی کہ تلاوت کی تائید کرنے والے غالب آ گئے۔ انہوں نے کہا' جی آپ رکوع سنا دیں۔ شاہ جیؒ نے رکوع پڑھا۔ پھر فرمایا عزیز طالبعلمو! اگر اجازت ہو تو اس کا ترجمہ بھی پیش کر دوں۔ طلباء پر تلاوت کا ایسا اثر تھا کہ سب خاموش رہے چنانچہ شاہ جیؒ نے تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی۔

دار العلوم دیوبند کی جامعیت کی وجہ:

ہمارے اکابرین نے خطابت کے میدان میں' قلم کے میدان میں' شجاعت کے میدان میں' تدریس کے میدان میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ انسان حیران ہوتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دار العلوم کی بنیاد توکل پر رکھی گئی تھی۔ اصول

ہشت گانہ آج بھی آپ پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ دارالعلوم کیلئے مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم کوشش کرتے پھرتے ہیں اور دعائیں مانگتے پھرتے ہیں کہ اللہ کرے ہمارے مدرسہ کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی ہو جائے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا اللہ پر توکل:

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا۔ اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت تو میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہو گا؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے' آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا' ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے۔ نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا۔ چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اس نے علماء سے پوچھا' بتاؤ کونسا ہیرا ڈھونڈا ہے؟ کہنے لگے' قاسم نانوتویؒ۔ اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپے ہوگی۔ اس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا' جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپیہ ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کو پانچ روپے کی بجائے سو روپے ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے۔ چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے کہ جی ہاں' اب تو حضرت ضرور آجائیں گے۔ دیوبند جاکر حضرتؒ سے ملے۔ حضرتؒ نے ان کی خوب ناطر تواضع فرمائی۔ پوچھا' کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے' حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے' آپ وہاں تشریف لائیں۔ نواب صاحب نے آپ کیلئے سو روپے ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا' بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپے ہے۔ اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچہ کے ہیں اور دو روپے میں غریبوں' مسکینوں' یتیموں میں خرچ کرتا ہوں' اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہو گئی تو میرا خرچ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کیلئے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا اور میں پڑھا تو نہیں سکوں گا۔ لہٰذا میں وہاں نہیں جا سکتا۔ ایسی دلیل دی کہ ان علماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی عجیب معذرت:

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جب زمانہ طالب علمی میں دورہ حدیث مکمل کیا تو مہتمم صاحب نے جلسہ کیلئے انتظامات کیے کہ ہم دستار بندی کرواتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ اپنے ساتھ پانچ سات شاگردوں کو لے کر حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں گئے اور وہاں جاکر کہنے لگے کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ والے طلباء کی دستار بندی کی لیئے انتظام کر رہے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا' ہاں۔ کہنے لگے حضرت ہماری گذارش یہ ہے کہ ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے' ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ اعتراض کریں کہ ایسے نالائق طلباء کی دستار بندی کروادی گئی' کہیں مدرسے کی بدنامی نہ ہو۔ حضرت شیخ الہندؒ جلال میں آکر فرمانے لگے' عزیزم! آپ اپنے اساتذہ کے درمیان رہتے ہیں اس لیے اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتے۔ جب ہم نہیں ہوں گے تو پھر تم ہی تم ہو گے۔

شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا علمی ذوق:

شاہ عبدالقادرؒ رائے پور کے رہنے والے تھے۔ دارالعلوم حاضر ہوئے اور مہتمم صاحب سے ملے کہ حضرت! میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا' رہائش کا تو انتظام ہو جائے گا مگر آپ کو طعام دارالعلوم کی طرف سے نہیں مل سکے گا۔ عرض کی' حضرت! منظور ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے داخلہ دے دیا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے داخلہ ملا تو میں رات کے وقت گلیوں میں چکر لگاتا تھا' گلیوں سے پھلوں کے چھلکے وغیرہ اٹھالاتا اور پانی سے دھو کر ان چھلکوں کو کھالیتا تھا۔ عبدالقادرؒ نے پورا سال ان چھلکوں کو کھا کر گذارہ کیا مگر علم حاصل کرتے رہے۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے مٹکے بنائے ہوئے تھے۔ اعزہ و اقارب کے جو خطوط آتے تھے انہیں اس مٹکے میں ڈالتا رہتا تھا۔ جب امتحان دے کر فارغ ہوتا تب مٹکے والے خطوط نکال کر پڑھتا۔ اور واپس وطن جاکر دوستوں اور رشتہ داروں سے ملتا اور ان کے خطوط کا شکریہ ادا کرتا یا ان کے بارے میں اچھے الفاظ کہتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور سمجھتے

کہ ہمارا خط اب تک یاد ہے حالانکہ میں سال کے دوران میں عزیز و اقارب کے خطوط پڑھتا ہی نہیں تھا تاکہ میری تعلیم میں رکاوٹ نہ پڑے۔

شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کا شرم و حیا:

حضرت رائے پوریؒ میں شرم و حیا ایسی تھی کہ اپنی بہن کو کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ میں اپنی بہن کو شکل سے نہیں پہچانتا تھا۔ جب وہ بولتی تھی تو آواز سے پہچان لیتا تھا۔ اگر کسی اجنبی عورت کے درمیان بیٹھی ہوتی تو مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان میں سے میری بہن کون ہے۔ اس لئے کہ میں اپنی بہن کے چہرے پر نظر اٹھانا حیا کے خلاف سمجھا کرتا تھا۔ ایسے باحیا لوگ تھے۔

پرانے کمبل میں پندرہ سال:

حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ جارہا تھا' ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک کمبل باہر پھینک رہا ہے۔ میں نے پوچھا' جی آپ یہ کمبل کیوں پھینک رہے ہیں؟ کہنے لگا' پرانا ہوگیا ہے اس لئے پھینک رہا ہوں۔ میں نے کہا' کیا یہ میں لے سکتا ہوں؟ کہنے لگا' ہاں تم لے لو۔ میں نے وہ کمبل لے کر دھولیا۔ جب سردیاں آتیں تو میں اوپر بچھالیتا' گرمیاں ہوتیں تو نیچے بچھالیتا اور جب نماز کا وقت ہوتا تو مصلیٰ بنالیتا تھا۔ میں نے اس کمبل میں زندگی کے پندرہ سال گذار دیئے۔ اللہ اکبر

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ادب:

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی۔ ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کرکے نہیں رکھا۔ میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔ دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا' اسطرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ تیسری بات یہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی

ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو عروج کیسے ملا؟

ایک دفعہ مفتی کفایت اللہؒ نے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیریؒ اتنے زیادہ مشہور کیوں ہو گئے؟ کسی نے کہا' مفسر اچھے تھے' کسی نے کہا' محدث اچھے تھے' شاعر اچھے تھے' وہ منطق اچھی جانتے تھے۔ فرمایا نہیں۔ کسی نے یہی سوال ایک مرتبہ حضرت کشمیریؒ سے پوچھ لیا تو فرمایا' دو باتیں میرے اندر تھیں' جب مطالعہ کرتا تھا تو باوضو کرتا تھا اور جب مجھے کتاب کو حاشیہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی تھی اور حاشیہ دوسری طرف ہوتا تو میں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف آکر حاشیہ پڑھ لیتا تھا۔ حدیث کی کتاب کو میں نے کبھی اپنے تابع نہیں کیا تھا۔

استاد کا احترام علمائے دیوبند کا خاصہ:

حضرت شیخ الہندؒ جب عرب جانے لگے اور حضرت انور شاہ کشمیریؒ کو پتہ چلا تو حضرتؒ کے پاس آگئے۔ طلباء کو یہ کہہ آئے کہ میں اپنے استاد سے معافی مانگنے جا رہا ہوں' ہو سکتا ہے کہ زندگی میں کبھی ان کی بے ادبی ہو گئی ہو۔ حضرتؒ چارپائی پر بیٹھے تھے اور پاؤں نیچے لٹکائے ہوئے تھے۔ حضرت کشمیریؒ آکر پاؤں کے پاس بیٹھ گئے اور حضرتؒ کے پاؤں مبارک پکڑ کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے رونے دیا۔ کافی دیر رونے کے بعد جب ذرا طبیعت بحال ہوئی تو پھر ان کو فرمایا' کوئی بات نہیں ہم تمہارے سامنے ہیں اس لئے تمہیں اپنا آپ نظر نہیں آرہا' اب میں جا رہا ہوں مگر میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے اندر اللہ نے کئی کمالات رکھ دیئے ہیں' تمہیں ہمارے جانے کی کمی محسوس نہیں ہو گی۔ چنانچہ تسلی دے کر ان کو واپس لوٹا دیا۔

پھر حضرتؒ کو خود بات یاد آئی کہ اوہو! میرے شاگرد تو مجھ سے معافی مانگ رہے ہیں' اب میں سفر پر جا رہا ہوں اور میں نے تو اپنے استادوں سے معافی نہیں مانگی۔ سوچنے لگے کہ میں کہاں جاؤں؟ حضرت قاسم نانوتویؒ کا خیال آیا۔ چنانچہ ان کے گھر گئے۔ حضرتؒ تو وفات پا چکے تھے مگر دروازے پر دستک دی۔ اماں جی نے پردے سے پوچھا' کون ہے؟ کہا' آپ کا

روحانی بیٹا محمود حسن آیا ہوں۔ پھر پوچھا، اماں! میرے حضرتؒ کے کوئی جوتے پڑے ہوں تو مجھے بھجوا دینا۔ اماں جی نے جوتے بھجوا دیے۔ حضرت شیخ الہندؒ استاد کے جوتے سر پر رکھ کر کافی دیر روتے رہے اور کہا کہ آج میرے استاد زندہ ہوتے تو میں ان کے قدموں کو اپنے سر کا تاج بنالیتا۔ سبحان اللہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ایک گرانقدر ملفوظ: سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بات یاد آتی ہے، اکابرین علمائے دیوبند کے متعلق فرماتے تھے کہ متقدمین کا قافلہ جارہا تھا، اس میں سے چند قدسی روحیں پیچھے رہ گئیں، اللہ نے اس دور میں ان کو پیدا فرمادیا تاکہ متاخرین کو متقدمین کے نمونے کا پتہ چل سکے۔

لمحہ فکریہ: محترم علمائے کرام! ہمارے اکابرین نے جو کتابیں پڑھیں، آج کا طالب علم بھی وہی کتابیں پڑھتا ہے۔ وہی بخاری شریف، وہی مسلم شریف، وہی ترمذی شریف، وہی ابوداؤد شریف، وہی تفسیر کی جلالین شریف مگر آج کا ہر طالب علم قاسم نانوتوی کیوں نہیں بنتا؟ رشید احمد گنگوہی کیوں نہیں بنتا؟ اشرف علی تھانوی کیوں نہیں بنتا؟ علامہ کشمیری کیوں نہیں بنتا؟ کتابیں وہی ہیں، پڑھنے والوں کے اندر فرق ہے، طلب میں فرق ہے، ادب میں فرق ہے جس کی وجہ سے وہ کمالات حاصل نہیں ہو پاتے۔ حالانکہ وہی الفاظ پڑھتے ہیں مگر ان کے معارف حاصل نہیں ہو پاتے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم وہ تقویٰ، وہ علم اور اپنے اسلاف کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں تاکہ وہی کمالات اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی پیدا کردے۔

آج ہم بڑے مزے سے ان حضرات کی باتیں سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

اولئك ابائی فجعنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

یعنی سوفیصد ٹھیک بات ہے لیکن سننے والا یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ جناب

لئن فخرت بأباء ذو نسب
لقد صدقت ولکن بئس ما ولدوا

اگر ہمارے اسلاف وہ تھے تو آج ان کے روحانی بیٹے ہم ہیں۔ آج ہمارے علم اور عمل میں فرق ہے' قال اور حال میں فرق ہے' جلوت اور خلوت میں فرق ہے' اتباع سنت ہم میں پوری نہیں بس کچھ ظاہرداری کر لیتے ہیں' تنہائی میں ہماری شخصیت اور ہوتی ہے باہر اور ہوتی ہے۔ دل سے پوچھیں دل کہتا ہے' دو چہرے ہیں۔ ایک وہ چہرہ جو لوگوں کو دکھانے کیلئے ہے اور ایک وہ چہرہ جو تیرا پروردگار جانتا ہے۔

یہ دورنگی کب ختم ہو گی؟ ہم کب اس سے دور ہونگے؟ اور اپنے اندر وہ کمالات پیدا کرنے کی کوشش کب کریں گے؟۔ آج تو وہ وقت آچکا ہے کہ جو حضرات حلال مال کے ذریعے اپنے پیٹوں کو نہیں بھرتے تھے آج ان کی اولادیں حرام مال سے اپنے پیٹوں کو بھر رہی ہیں۔ وہ حضرات جو چٹائی پر بیٹھ کر ساری رات گزار دیا کرتے تھے۔ آج ان کی اولادیں نرم گدوں پر شب باشی کی عادی بن چکی ہیں۔ وہ حضرات جن کے تیل کا خرچہ ان کے ماہانہ کھانے کے خرچے سے زیادہ ہوتا تھا' اتنا پڑھتے تھے۔ آج ان کی اولادیں کتابیں پڑھنے کی بجائے اخبار بین بن چکی ہیں۔ روزانہ اخبار تو پڑھتے ہیں مگر پورے دن میں حدیث کی کتاب پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اگر یہ صورت حال ہے تو بتائیں کہ ہم ان حضرات کے مشن کو لے کر آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ اس طائفہ میں کچھ ایسے حضرات موجود ہیں' علم والے اور ذکر والے' جن کو اللہ نے جگایا ہوا ہے' وہ چند حضرات علم اور ذکر میں کام کر رہے ہیں۔ ورنہ عمومی طور پر ہماری حالت پست سے پست ہوتی چلی جارہی ہے۔ لہٰذا آج ہمیں اٹھنے کی ضرورت ہے اور دین کے قلعے بنانے کی ضرورت ہے۔ جیسے دارالعلوم دیوبند علم کا ایک قلعہ بنا تھا

یہ علم و ہنر کا گہوارہ تاریخ کا وہ شہ پارہ ہے
ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے ہر سرو یہاں مینارہ ہے

کہسار یہاں دب جاتے ہیں طوفان یہاں رک جاتے ہیں
اس کاخ فقیری کے آگے شاہوں کے محل جھک جاتے ہیں

کیا دار العلوم تھا؟ فقراء کا بنایا ہوا تھا۔ شاہوں کے محل بھی کانپتے تھے۔ آج ہم ان کے روحانی بیٹے' ان کا فیض پانے والے' اسی چشمے سے سیراب ہونے والے ہیں۔ ہماری مسجدیں اور مدارس اس کی بیٹیاں اور بیٹے ہیں۔ یہ چیزیں ایسے ہی نہیں پیدا ہو جائیں گی بلکہ اس کیلئے محنت کرنی پڑے گی۔ جب کتابیں پڑھنے کا وقت ہو تو ہم اپنے آپ کو علم میں منہمک کر دیں اور جب ذرا تنہائی کا وقت ہو تو فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ کے مصداق اپنے مصلے پر بیٹھے ہوں' پھر جلوت بھی وہی ہو' اشراق تک بیٹھ کر لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگانا بھی وہی ہو' رات کی آہیں بھی وہی ہوں' رات کو دامن بھی اسی طرح پھیلائیں' رات کو آنسو بھی اسی طرح گریں۔ تو اللہ تعالی رحمت فرمائیں گے' ہمیں ظاہری اور باطنی علوم کا حامل کامل اور عالم باعمل بنا دیں گے۔

محترم علمائے کرام! اپنے ظاہر کو سنت نبوی ؐ سے اور اپنے باطن کو معرفت الٰہی سے سجا لیجئے۔ اگر کفر ہمارا دماغ ٹٹولے تو اسے علم نبوی ؐ نظر آئے' ہمارا دل ٹٹولے تو اسے عشق نبوی ؐ نظر آئے اور ہمارے سراپا کو دیکھے تو سنت نبوی ؐ سے آراستہ نظر آئے۔ جب ان کو ہر طرف سنت نبوی ؐ کا نور نظر آئے گا تو ظلمتیں چھٹ جائیں گی' پھر قدم اٹھائیں گے تو اللہ تعالی قدموں میں برکتیں ڈال دیں گے' فتوحات کے دروازے کھلیں گے' اللہ تعالی پوری دنیا میں ایسا وقار قائم کر دیں گے کہ کفر اپنے محلات میں بیٹھے بیٹھے کانپ رہا ہو گا۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی اور علم و ذکر کے دونوں پلڑوں میں توازن رکھنے کی توفیق نصیب فرما دے۔ آمین ثم آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○